کتابتِ قرآن عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں

قسط (۱)

ظفر الاسلام اصلاحی

قرآن کریم ایک ایسا عظیم صحیفہ ٔ ہدایت اور مقدس ترین کتاب ہے جسے پڑھنا و لکھنا، یاد کرنا و سمجھنا شائع کرنا و پھیلانا موجب سعادت وباعث برکت ہے درحقیقت علوم و معارف کے اس خزانہ سے خود فائدہ اٹھانے یا دوسروں کو مستفید کرنے کا جو بھی ذریعہ اختیار کیا جائے وہ برکات و فوائد سے خالی نہیں۔ قرآن کریم کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ وہ نہ صرف خود رشد و ہدایت اور علم و معرفت کا بیش بہا مخزن ہے بلکہ متعدد علوم و فنون کے وجود میں آنے اور ترقی پانے کا وسیلہ بھی۔ انہیں میں فن تحریر یا کتابت بھی شامل ہے جس کی ترقی یافتہ شکل خطاطی کے نام سے معروف ہے۔ اس میں بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ قرآن کریم دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی لکھی و شائع کی جانے والی کتاب ہے۔ اس عظیم ہدایت نامہ کے دو سب سے معروف نام (القرآن والکتاب) سے خود یہ صفت واضح ہوتی ہے۔ یہ دونوں نام قرآن کریم میں بار بار استعمال ہوئے ہیں۔ قرآن کریم میں ''القرآن'' کا لفظ سب سے پہلے سورہ مزمل (نزولی ترتیب کے اعتبار سے قرآن کی تیسری سورہ) میں دوبار استعمال ہوا ہے وَ رَتِّلِ الْقُرآنَ تَرتِیلاً (المزمل: ٤) فَاقْرَءُ وا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرانِ (المزمل : ١٩)۔ فاتحۃ الکتاب کے بعد اولین سورہ (بقرہ) کی ابتداء ہی میں قرآن کی یہ امتیازی شان بیان کی گئی کہ یہ وہ نوشتہ ہدایت ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں (آلم ذٰلِكَ الكِتٰبُ لَارَیْبَ فِیهِ) اہم بات یہ کہ بعض آیات میں دونوں نام ساتھ ساتھ مذکور ہوئے ہیں :

الر تِلْكَ آیَاتُ الكِتابِ وَ قُرآنٍ مُّبِینٍ (الحجر: ١)

(یہ آیات ہیں کتاب الٰہی اور قرآن مبین کی)

طٰسٓ تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ (النحل: ۱)

(طٰس یہ آیات ہیں قرآن اور کتاب مبین کی)

اس نوع کی آیات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ قراءت وکتابت (پڑھنا ولکھنا) دونوں کا قرآن مجید سے بنیادی تعلق ہے۔ نزول سے قبل یہ لوح محفوظ میں ایک تحریری دستاویز کی صورت میں محفوظ تھا۔ جیسا کہ خود قرآن میں یہ صراحت ملتی ہے۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ: ۷۷۔۷۹)

یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے ایک محفوظ کتاب (لوح محفوظ) میں ثبت۔ جسے مطہرین کے سوا اور کوئی چھو نہیں سکتا۔

نزول قرآن کی ابتدا ہی سے قراءت کے ساتھ اس کی کتابت کا سلسلہ بھی شروع ہوا۔

اس طرح اسی زمانہ سے کتابت اور اس کے اسلوب واسباب سے قرآن کا تعلق قائم ہوا جو بلا کسی انقطاع بعد کے دور میں جاری رہا۔ نزولی ترتیب کے اعتبار سے قرآن کریم کی اولین سورہ (العلق) میں اللہ تعالیٰ نے مہبط وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے توسط سے پوری امت کو اپنا کلام پڑھنے کی تلقین کی۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا یہ عظیم احسان یاد دلایا کہ اس نے اسے قلم کے استعمال یا لکھنے کی صلاحیت ودیعت کی۔

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (العلق: ۳۔۴)

اور پڑھو تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے صاحبِ تفہیم القرآن لکھتے ہیں کہ یعنی یہ اس کا انتہائی کرم ہے کہ اس حقیر ترین حالت سے ابتدا کر کے اس نے انسان کو صاحبِ علم بنایا جو مخلوقات کی بلند ترین صفت ہے اور صرف صاحبِ علم ہی نہیں بنایا بلکہ اس کو قلم کے استعمال سے لکھنے کا فن سکھایا جو بڑے پیمانہ پر علم کی اشاعت، ترقی، نسلاً بعد نسل اس کی بقاء اور تحفظ کا ذریعہ بنا(۱) یہاں اس وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کہ تحریر یا کتابت علم کی حفاظت واشاعت کا سب سے بڑا وسیلہ ہے اور کسی بھی امر کو محفوظ رکھنے کا موثر ترین ذریعہ بھی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے باہمی لین دین بالخصوص قرض کے معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (البقرہ: ۲۸۲)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کسی مقررہ مدت کے لئے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔

مزید برآں انسانیت کے سب سے بڑے معلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

قیدوا العلم بالکتاب(۲) علم کو لکھ کر، منضبط کرو۔

اس کے علاوہ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر کتابت کے آلات واسباب و ثمرات (قلم مداد (سیاہی) لوح، قرطاس، صحف، زبر، اسفار وغیرہا) کا ذکر ملتا ہے۔ سورۃ القلم کی پہلی آیت ملاحظہ ہو:

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ   قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں امام مجاہدؒ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے ذکر یعنی قرآن لکھا جارہا تھا۔ اس طرح یہ واضح ہے کہ جو چیز لکھی جارہی تھی اس سے مراد قرآن ہی ہے۔ (۳)۔ ترمذی کی ایک روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا (۴) خلاصہ کلام یہ کہ فن تحریر یا کتابت بہت ہی قدیم فن ہے اور مسلم معاشرہ میں اس کا ارتقاء قرآن کریم کی کتابت میں اہل اسلام کی دلچسپی اور اسے بہتر سے بہتر بنانے اور اس کی تزئین وآرائش کے لئے سعی مسلسل کا مرہون منت ہے۔ عہد نبوی میں قرآن کے تحفظ کے نقطہ نظر سے اس کی آیات کو ضبط تحریر میں لایا گیا تو بعد کے دور میں اس سے استفادہ کی سہولت بہم پہنچانے اور اس کے معارف وحِکَم کو عام کرنے کی خاطر اس کی کتابت جاری رہی اور اس کے ذریعہ قرآن کا پیغام چاردانگ عالم پھیلتا رہا۔ اہم بات یہ کہ ہر دور میں کتابت قرآن کو تقدس وعظمت حاصل رہی اور اسے بابرکت مشغلہ کے طور پر اختیار کیا گیا۔ اس کے لئے کتابت کا سادہ وعام طریقہ اپنایا گیا اور فن کے طور پر بھی اسے برتا گیا جسے خطاطی سے تعبیر کیا جاتا ہے خطاطی خاص طور سے ان فنون میں شامل ہے جس کی ایجاد وترقی کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے لیکن اس میدان میں مسلمانوں کی دلچسپی وخدمات کا ذکر کرتے ہوئے اکثر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اسلام میں مصوری یا تصویر سازی کی حرمت کی وجہ سے مسلمانوں کا جمالیاتی ذوق فن خطاطی کی صورت میں نمایاں ہوا یا یہ کہ یہی فن ان کی جمالیاتی حس کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ثابت ہوا۔ یہ تصور اصلاً مغربی دانشوروں کا پیش کردہ ہے جسے بعض مسلم اسکالرز نے بھی قبول کرلیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے حروف کو خوب صورتی ودیدہ زیبی کا اعلیٰ نمونہ بنا کر پیش کرنے میں ان کی دلچسپی وکوشش فنِ خطاطی کے وجود میں آنے اور ترقی پانے کا ذریعہ بنی۔ گرچہ بعد میں مختلف چیزوں کے لکھنے میں اس فن کا مظاہرہ کیا گیا لیکن یہ اصلاً قرآن مجید کی کتابت کے سہارے ہی تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔ یہاں یہ وضاحت بے موقع نہ ہوگی کہ عہد نبوی میں مختلف اشیاء پر قرآنی آیات کی کتابت خطِ کوفی میں عمل میں آئی۔ عہد صدیقی میں اسی خط میں قرآن کے جمع وتدوین کے مراحل انجام پائے اور عہد عثمانی میں اختلاف قرأت کو ختم کرنے کے مقصد سے قرآن مجید کے متعدد نسخے خطِ کوفی میں تیار کیے گئے اس کے بعد بھی تقریباً تیسری صدی ہجری کے آخر تک قرآن کی کتابت کے

لئے یہی خط رائج رہا۔ گرچہ اس کی ظاہری شکل وصورت میں تبدیلی ہوتی رہی اور حسن ونفاست کے اعتبار سے یہ مسلسل ترقی پاتا رہا۔ خط کوفی پہلے نقطوں واعراب سے مُعریٰ تھا۔ بعد میں اموی دورِ خلافت میں عجمی لوگوں کی آسانی کی خاطر حروف میں امتیاز کے لئے نقطوں کا اضافہ کیا گیا اور حرکات کی صحت کے لئے اعراب کی علامتیں قائم کی گئیں (۵)۔ تیسری صدی کے بعد قرآن کریم کی کتابت کے لئے جو دوسرے خط (رقاع، توقیع، نسخ، تعلیق ونستعلیق) مروج ہوئے وہ یا تو خط کوفی کی ترقی یافتہ شکل تھے یا ان کی اصل کسی نہ کسی صورت میں اسی سے ملتی ہے۔ مشہور روایت کے مطابق ابن مقام: ۳۲۰ھ / ۹۳۹ء) نے چوتھی صدی ہجری کی ابتداء میں خط کوفی کو ترقی دے کر ایک نیا خط ایجاد کیا جو بدیع ومحقق کہلایا۔ آگے چل کر اس کے شاگردوں میں ابن بواب (م ۴۲۳ / ۱۰۳۱ء) نے اس میں مزید حسن ونفاست پیدا کر کے ایک نیا خط ایجاد کیا۔ یہ اس قدر خوب صورت تھا کہ گذشتہ خطوں کا ناسخ ثابت ہوا۔ اسی لئے یہ نسخ کہلایا۔ اس صدی کے آخر میں حسن بن علی فارسی (ہم عصر عماد الدولہ دیلمی بانی سلطنت دیلمیہ) نے رقاع وتوقیع کو ملا کر ایک نیا خط وضع کیا جو "تعلیق" کہلایا۔ پھر ساتویں صدی ہجری میں نسخ وتعلیق کی آمیزش سے ایک نیا خط وجود میں آیا جو اول الذکر سے بھی زیادہ خوب صورت تھا۔ ابتداء میں یہ نسخ وتعلیق کہا جاتا تھا بعد میں کثرت استعمال سے "نستعلیق" کے نام سے معروف ہوا، اس کی ایجاد کا سہرا امیر تیمور (۱۳۳۱۔۱۴۰۵ء) کے معاصر میر علی تبریزی کے سر ہے۔ (۶)۔ مختصر یہ کہ اسلامی خطاطی کے ارتقاء کے مختلف مراحل کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ اس میں قرآن کریم کی کتابت کو خوب سے خوب تر بنانے اور اس ابدی پیغام ومخزن رشد وہدایت کو حسین وجمیل حروف اور جاذب نظر طرز تحریر سے مزین کرنے میں مسلمانوں کی دلچسپی اور کوشش کا سب سے زیادہ دخل رہا ہے۔ اس لئے خطاطی کے ارتقاء کو اسلام میں مصوری کی ممانعت سے منسوب کرنا یا اسے محض اہل حکومت کی ہمت افزائی وشاہانہ سرپرستی کا مرہون منت قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔ مزید برآں خاص قرآن کی خطاطی کے فروغ میں اس کے پیغام کی اشاعت وترویج کے جذبے اور اس نیک مشغلہ (کتابتِ قرآن) کے ذریعہ برکت وثواب کی طلب کی بھی کارفرمائی رہی ہے۔ بلاشبہ اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں اس فن میں حکمرانوں کی ذاتی دلچسپی اور ان کی جانب سے اہل فن کی حوصلہ افزائی اس کے فروغ میں ممد ومعاون بنتی رہی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فن شریف اپنی بقا وترقی کے لئے ایسے سہاروں کا محتاج کبھی نہیں رہا ہے جیسا کہ آنے والی تفصیلات سے بھی واضح ہوگا۔

تیرھویں صدی عیسوی کی ابتدا میں مسلمانوں نے شمالی ہندوستان میں اپنی باقاعدہ حکومت قائم کی جو دہلی

سلطنت کے نام سے معروف ہوئی۔ اس سلسلہ حکومت کے ۱۵۲۶ء میں خاتمہ کے بعد مغل بادشاہت قائم ہوئی جو کسی نہ کسی صورت میں ۱۸۵۷ء تک باقی رہی۔ اس عہد میں مختلف علوم وفنون (بشمول خطاطی) کو فروغ حاصل ہوا۔ اس دور میں مرکزی ایشیا کے مختلف حصوں سے جو اہل علم و فن ہندوستان منتقل ہو کر یہاں سکونت پذیر ہوئے ان میں خطاطی کے ماہرین بھی شامل تھے (۷)۔ اس پورے دور میں شاید ہی کوئی ایسا حکمران گذرا ہو جس کے دربار سے خطاط منسلک نہ رہے ہوں۔ انہیں شاہی دربار میں کافی قدرو منزلت نصیب ہوئی اور حکمرانوں نے فراخدلی سے ان کی ہمت افزائی بھی کی۔ عام طور پر سلاطین اور بادشاہوں کو کتابیں جمع کرنے اور ذاتی ذخیرہ کتب قائم کرنے کا شوق تھا۔ اس وجہ سے دربار کے عملہ میں خوش نویس اہم مقام رکھتے تھے۔ وہ کتابوں کی صورت میں خطاطی کے اعلیٰ نمونوں کو گراں قیمت پر خرید کر اس فن میں دلچسپی لینے والوں کے حوصلے بڑھاتے تھے (۸)۔ اس وقت اس فن کو اس قدر اہمیت حاصل تھی کہ اس کی تعلیم و تمرین کا باقاعدہ اہتمام ہوتا تھا اور اس کے بغیر تعلیم نامکمل سمجھی جاتی تھی۔ ایک عالم کے لئے یہ ضروری تصور کیا جاتا تھا کہ وہ فن خطاطی سے واقف ہو۔ بڑے بڑے مدارس میں اس کی عملی تربیت دی جاتی تھی۔ بعض مدارس کے نصاب میں واضح طور پر خطاطی کا ذکر ملتا ہے۔ (۹) شاہان وقت شہزادوں اور شہزادیوں کے لئے بھی سکھانے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔ جیسا کہ اس میدان میں خسرو، پرویز، دارشکوہ، شجاع، گلبدن بیگم، جہاں آرا و زیب النساء کی مہارت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (۱۰)۔ خود بادشاہوں میں سلطان ناصر الدین محمود، محمد بن تغلق، بابر، اورنگ زیب اور بہادر شاہ ظفر اس فن سے خصوصی شغف رکھتے تھے۔ (۱۱)۔ ظاہر ہے کہ یہ ماحول فن خطاطی کے فروغ کے لئے بہت ہی سازگار ثابت ہوا اور اس دور میں کثرت سے ماہرین خطاطی پیدا ہوئے عہد مغلیہ کے خطاطان نے سات مشہور طرز (۱۲) میں اپنے جوہر نمایاں کرنے کے علاوہ دیگر متعدد طرز خطاطی (خط گلزار، طاؤس، زلف عروس رعنا، غبار، بہار، ہلالی، ماہی، معکوس وغیرہ) کو بھی فروغ دیا اور اس فن کو غیر معمولی ترقی دی۔ (۱۳) لیکن اصلاً جس چیز نے اس فن کو مقبولیت بخشی اور ترقی عطا کی وہ قرآن کریم کی کتابت کو بہترین انداز میں پیش کرنے اور قرآنی آیات کی خوب صورت و جاذب نظر کتبات وطغرای تیار کرنے میں مسلمانوں بالخصوص ماہرین فن کی دلچسپی و لگن تھی۔ مسلمان قرآن کی کتابت کو موجبِ سعادت وبرکت سمجھتے تھے اور اسے ایک نیک مشغلہ کے طور پر اختیار کرتے تھے۔ بعض حضرات جو حکومت کے کاموں یا عوام کی خدمت میں مصروف رہنے کے سبب کوئی وجہ معاش نہیں اختیار کر پاتے تھے اور بیت المال سے حقِ الخدمت لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے وہ قرآن کی کتابت کر کے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے لیکن اس کام سے کم معاوضہ وصول کرنے پر

اکتفا کرتے۔ مزید برآں کتابتِ قرآن کے کام میں دلچسپی کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ جو لوگ اس فن سے واقف نہیں تھے وہ قرآنی نسخوں کی تصحیح میں مصروف رہنا پسند کرتے اور اس کو باعثِ سعادت تصور کرتے تھے۔(۱۴) اس سے اہم بات یہ کہ عہد اسلامی کے ہندوستان میں نہ صرف علماء و صوفیاء نے کتابت قرآن کو ایک نیک مشغلہ کے طور پر اختیار کیا بلکہ متعدد سلاطین و امراء نے بھی اس میں دلچسپی دکھائی جیسا کہ آئندہ سطور میں سامنے آئے گا۔

یہ بڑی دلچسپ و اہم بات ہے کہ عہد اسلامی کے ہندوستان میں کتابتِ قرآن کے اولین حوالے سلاطین ہی کے ضمن میں ملتے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کے پوتے اور سلطان مسعود شاہ کے لڑکے سلطان ابراہیم غزنوی (۱۰۵۹۔۱۰۹۹ء) لاهور میں غزنوی سلطنت کے معروف حکمرانوں میں سے تھے۔ وہ خطاطی میں بھی دلچسپی رکھتے تھے اور ماہر "ہفت قلم" کے لقب سے جانے جاتے تھے قرآن کریم کی کتابت کا انہیں بے حد شوق تھا اور ہر سال دو نسخے کتابت کر کے ایک مکۃ المکرّمہ اور دوسرا مدینہ منورہ بھجواتے تھے۔ اس کے تقریباً پانچ سو سال بعد ابو القاسم فرشتہ نے ذکر کیا کہ سلطان ابراہیم غزنوی کے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن کے متعدد نسخے "کتابخانہ حضرت رسالت پناہ محمدی" میں تاحال موجود ہیں (۱۵) یہاں یہ وضاحت بھی بے موقع نہ ہوگی کہ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ سے ہی لاهور میں ایک مکتبہ (ادارہ) قائم تھا جس میں دیگر علوم کے علاوہ خطاطی کی تعلیم و تربیت بھی دی جاتی تھی۔ اس عہد میں متعدد خطاط بیرون ہند سے آکر یہاں مقیم ہوئے اور انہوں نے فن خطاطی کے فروغ میں حصہ لیا (۱۶)۔ سلاطین دہلی میں ناصر الدین محمود (۱۲۴۶۔۱۲۶۵ء) قرآن کی کتابت میں دلچسپی و انہماک کیلئے سب سے زیادہ مشہور ہیں اور یہ ان حکمرانوں میں شامل تھے۔ کہ جنہوں نے ذاتی اخراجات کے لئے بیت المال یا حکومت کے وسائل استعمال کرنے کے بجائے کتابت قرآن کو ذریعہ معاش کے طور پر اختیار کیا۔ معاصر مورخ ضیاء الدین برنی نے ان کے اس معمول کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وبیشتر نفقہ خود ازوجہ کتابت مصحف ساختی (۱۷) دوسرے مورخ عصامی نے اپنی منظوم تاریخ میں اس کی یہ ترجمانی یوں پیش کی ہے۔

شنیدم کتابت بکردی مدام

ازیں وجہ ہموارہ خوردے طعام (۱۸)

سلطان ناصر الدین تقریباً ۱۹ سال اس نیک مشغلہ میں مصروف رہے اور ہر سال کم از کم دو مصحف کی کتابت مکمل کر لیتے تھے (۱۹)۔ وہ اپنے کتابت کردہ مصحف کا ہدیہ بازار کی عام شرح کے مطابق بلکہ اس سے کم ہی قبول کرتے۔ انہوں نے کبھی یہ پسند نہ کیا کہ کاتب کی حیثیت سے ان کا نام ظاہر کیا جائے اور ان کے نسخہ کا گراں قدر

ہدیہ ملے۔ ایک دفعہ حکومت کے متعلقین میں سے کسی کو سلطان کے نسخہ کا پتہ چل گیا اور اسے گراں قیمت پر خرید لیا۔ سلطان نے اس پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور صاف طور پر یہ حکم صادر فرمایا کہ بازار میں ان کے کتابت کردہ نسخہ کو فروخت کرتے وقت کسی بھی طرح ان کا نام ظاہر نہ کیا جائے اور عام شرح کے مطابق ہی اس کا ہدیہ طلب کیا جائے (۲۰)۔ اس احتیاط کی وجہ سلطان کا یہ خیال تھا کہ اگر ان کا نام ظاہر ہونے کی وجہ سے وہ نسخہ گراں قیمت پر فروخت ہوگا تو اس سے روزی کے حلال ہونے میں خلل واقع ہوگا۔ (تا در وجہ قوتِ حلال اختلال رو ندہد)۔ (۲۱)۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اس زمانے کے دستیاب نسخوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر کاتب کا نام درج ہوتا تھا خود سلطان ناصر الدین کی وفات کے بعد ان کے لکھے ہوئے جن نسخوں کا حوالہ ملتا ہے اس سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ ابن بطوطہ (جنہوں نے سلطان کی وفات کے تقریباً سو سال بعد محمد بن تغلق کے عہد (۱۳۵۱ـ۱۳۸۸ء) میں دہلی کا سفر کیا نے اپنے سفر نامہ میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے قاضی کمال الدین دہلوی کے یہاں سلطان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن دیکھا تھا جس کا خط کافی اچھا تھا۔ (۲۲) تاریخ خطاطی کے مصنف اعجاز راہی کے بیان کے مطابق ناصر الدین کے کتابت کردہ نسخے اس وقت بھی جرمنی کی لائبریریوں میں دستیاب ہیں۔ (۲۳)

اگرچہ سلطان ناصر الدین محمود کے جانشین غیاث الدین بلبن یا ان کے کسی افسر نے کتابتِ قرآن کا مشغلہ اختیار نہیں کیا لیکن ان کے ایک قریبی امیر فخر الدین کو توال کے بارے میں یہ واضح ثبوت ملتا ہے کہ وہ کاتبین قرآن کے بڑے قدر دان تھے۔ فخر الدین سلطان بلبن کی حکومت میں کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے اور ملک الامراء کے لقب سے جانے جاتے تھے غرباء و مساکین پر داد و دہش اور اہل علم و فن پر انعام و اکرام کیلئے بھی بہت معروف تھے۔

ضیاء الدین برنی کے بیان کے مطابق جب کوئی کاتب قرآن مجید لکھ کر فخر الدین کو توال کی خدمت میں پیش کرتا تو اسے پہلے انعام سے نوازتے پھر قرآن کا وہ نسخہ کسی ایسے شخص کو ہدیہ کر دیتے جو قرآن پڑھنا سیکھنا چاہتا یا حفظ کا خواہش مند ہوتا۔ (۲۴)۔ یہاں یہ وضاحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ڈاکٹر انجم رحمانی نے ضیاء الدین برنی ہی کے حوالہ سے کاتبین قرآن پر اس انعام و اکرام کو فخر الدین کو توال کے بجائے سلطان غیاث بلبن سے منسوب کیا جو صحیح نہیں ہے۔ (۲۵)۔

سلاطین دہلی کے علاوہ تیموری حکمرانوں یا مغل بادشاہوں کے یہاں بھی کتابتِ قرآن کی روایت قائم رہی بلکہ ان کے یہاں شاہی خاندان کے افراد کو فنِ خطاطی کی تعلیم دینے کا زیادہ اہتمام کیا جاتا تھا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ دل چسپ بات یہ کہ ہندوستان میں مغلوں کی حکومت کے قیام سے قبل بھی تیموری خاندان (جس سے مغل بادشاہ

تعلق رکھتے تھے) میں کتابت قرآن کی بعض مثالیں ملتی ہیں۔ امیر تیمور کی پڑپوتی ملک شاہ خانم بنت سلطان نہ صرف خطاطی میں شغف رکھتیں تھیں بلکہ مختلف طرزِ خطاطی کی ماہر تھیں انہوں نے خط ریحان میں قرآن کریم کا ایک نسخہ تحریر کیا تھا اور اس کے آخر میں اپنا نام و شجرہ نسب خط رقاع میں درج کیا تھا۔ ملک شاہ خانم کا یہ نسخہء قرآن شاہ جہاں کے سفیر تربیت خان بلخ سے تحفہ کے طور پر لائے تھے۔(۲۶)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا مناظر احسن گیلانی رقم طراز ہیں:

"اس واقعہ سے صرف مصحف نگاری کا پتہ نہیں چلتا بلکہ یہ بھی کہ شاہی خاندان کی باپردہ خواتین میں بھی خطاطی کا فن کس کمال کو پہنچا تھا۔ آج تو ہم مسلمانوں کے لئے بھی خطِ ریحان و خط رقاع کی اصطلاحات نامانوس ہو چکی ہیں۔(۲۷)" تیموری خاندان میں شاہرخ کے لڑکے مرزا ابراہیم سلطان بھی خطاطی کے ماہر تھے۔ انہوں نے کتابتِ قرآن میں بھی دلچسپی دکھائی۔ ان سے قرآن کریم کے ایک ایسے نسخے کی کتابت منسوب کی جاتی ہے جو تقریباً دو گز لمبا اور ڈھائی گز چوڑا تھا۔ اسے انہوں نے شیراز میں بابا لطف اللہ عماد الدین کے مزار پر وقف کیا تھا۔(۲۸)

ہندوستان میں مغل حکومت کے بانی ظہیر الدین بابر خطاطی میں دلچسپی و مہارت کے لئے بہت معروف ہیں۔ وہ ایک مخصوص طرز خطاطی کے موجد تھے جو "خط بابری" کے نام سے موسوم ہوا۔(۲۹)۔ بعض جدید اسکالرز کے خیال میں خط ثلث کے بھرپور دائروں میں رقاع کی نوک پلک دے کر خطِ طغریٰ کی کرسی و نشست سے یہ خوبصورت خط ایجاد کیا گیا تھا۔(۳۰) بابر نے اس خط کو کتابتِ قرآن کے لئے بھی استعمال کیا۔ اس نے خطِ بابری میں قرآن کا ایک نسخہ لکھ کر مکہ مکرمہ بھیجا تھا۔(۳۱) یہ نسخہ کتاب خانہ آستانہ قدس رضوی (مشہد) میں دستیاب ہے۔(۳۲)۔

مغل دور میں خطاطی میں دلچسپی لینے والے اور فن کو فروغ دینے والے اور بھی بادشاہ گذرے ہیں لیکن خاص طور سے خطاطی قرآن کے فروغ میں دلچسپی کے لئے شاہ جہاں و اورنگ زیب زیادہ معروف ہیں۔ شاہ جہاں (۱۶۲۸ـ۱۶۵۸ء) بذاتِ خود فن خطاطی سے بخوبی واقف تھے اور اس فن کو ترقی دینے میں انہوں نے بھرپور دلچسپی لی۔ خود تو قرآن کریم کی کتابت کا مشغلہ اختیار نہ کیا لیکن خطاطیِ قرآن کریم کے ماہرین کی سرپرستی و حوصلہ افزائی میں پوری فراخدلی کا ثبوت دیا۔

انہیں بیش بہا انعام دینے کے ساتھ عظیم الشان خطابات سے بھی نوازتے۔ اس عہد کے مشہور خطاط عبد الباقی حداد نے جب پورا قرآن شریف تیس ورق میں خوب صورت نسخ میں لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا تو انہیں "یاقوت رقم" کا لقب عطا کیا۔ اسی طرح اسی دور میں بعض دوسرے خطاط "جواہر رقم" و "زریں رقم" کے

لقب سے بھی نوازے گئے۔(۳۳)۔شاہ جہاں کے دور میں ہی امیر تیمور کی پڑپوتی ملک شاہ خانم کا خط ریحان میں لکھا نسخہ قرآن بلخ سے دہلی مغل دربار میں لایا گیا۔ جب وہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے اسے دیکھ کر انتہائی فرحت وانبساط ظاہر کیا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔(۳۴)۔

شاہ جہاں کے جانشین اورنگ زیب عالم گیرؒ (۱۶۵۸۔۱۷۰۷ء) بھی خطاطی میں خصوصی شغف رکھتے تھے۔خط نسخ ونستعلیق میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔(۳۵) بادشاہ نے اس فن کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی اور اس زمانہ کے معروف خطاط عبدالباقی حداد اور میر علی خان حسینی ان کے استادوں میں شامل تھے۔(۳۶) اورنگ زیب اس فن کے ماہرین کے بڑے قدرداں تھے اور بالخصوص کتابت قرآن میں اس فن کا مظاہرہ کرنے والوں کی خوب ہمت افزائی کرتے تھے۔خط نسخ وثلث (۳۷) کے ماہر محمد عارف نے جب بادشاہ کی خدمت میں کتابتِ قرآن میں اپنی فن کاری کا نمونہ پیش کیا تو انہیں شاہی دربار سے "یاقوت رقم دوم" کا خطاب ملا۔(۳۸) مرزا محمد جب ۱۶۶۵ء میں منگی پٹن سے قرآن کریم کے ایک نادر نسخہ کی نقل تیار کر کے دربار میں حاضر ہوئے تو بادشاہ نے انہیں ہزاروں روپیہ انعام عطا کیا۔(۳۹) جب میر حان نے نامور خطاط یاقوت کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن کا ایک نسخہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے برجستہ فرمایا "تم نے ایسا تحفہ پیش کیا ہے جو دنیا ومافیہا سے بڑھ کر ہے" اور انہیں بطور انعام ایک ہاتھی عطا کیا۔(۴۰) عہد عالمگیری میں خطاطی قرآن کو جو فروغ حاصل ہوا اس میں خود سلطان کی دلچسپی کا کافی دخل تھا۔ معاصر مورخ منشی کاظم کے بیان کے مطابق بادشاہ نے ایام شاہزادگی ہی سے کتابتِ قرآن کا مشغلہ اختیار کیا اور اس دوران جو نسخہ تیار کیا تھا اسے قیمتی تحائف وخطیر رقم کے ساتھ مکہ مکرمہ بھجوایا۔ انہوں نے یہ نیک مشغلہ تخت نشینی کے بعد بھی جاری رکھا۔ اور اس کے لئے فن خطاطی میں اپنی مہارت کا بھرپور استعمال کیا اور اس طرح دوسرا نسخہ بھی انہوں نے مکمل کیا۔(۴۱) دوسرے معاصر مورخ ساقی مستعد خاں نے ذکر کیا ہے کہ اورنگ زیب کے روزمرہ کے معمولات میں کتابت قرآن بھی شامل تھا۔ انہوں نے قرآن کریم کے دو نسخے تیار کئے تھے۔ ان دونوں نسخوں کو بادشاہ نے مطلاومذہب (سونے کے پانی سے لکھا) کرایا اور ان کی نہایت خوب صورت جلد بنوائی جس پر تقریباً سات ہزار روپے خرچ کئے تھے۔ اور پھر انہیں قیمتی تحفوں کے ساتھ نہایت اہتمام سے مدینہ منورہ بھجوایا۔(۴۲)۔ اورنگ زیب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ومذہب ومنقش نسخہ قرآن مع فارسی ترجمہ مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) شعبہ مخطوطات (حبیب گنج کلکشن) میں دستیاب ہے۔ یہ ۱۰۸۷ھ (۱۶۷۶ء) کا کتابت کردہ ہے۔(یہ تحریر ششماہی علوم القرآن علیگڑھ جلد ۱۰ شمارہ ۱، ۲ سے ماخوذ ہے)

☆ ☆ ☆

حواشی ومراجع

۱۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۱۹۷۶ء ۶/ ۳۹۶۔۳۹۷

۲۔ ابن عبدالبر' جامع بیان العلم وفضلہ، دارالکتب الحدیثۃ' القاہرہ ۱۹۷۵ء ص ۹۱

۳۔ ابن جریر طبری، تفسیر طبری، دارالفکر، بیروت ۱۹۷۸ء۔ ۲۹۰/ ۱۲ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر' داراحیاء الکتب العربیہ مصر (ب ت) ۴/ ۴۰۲

۴۔ جامع ترمذی، ابواب القدر، باب ماجاء فی الرضا بالقضا، امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔ قلم کی اہمیت و فضیلت پر خطیب ابوالفضل گازرونی (م ۱۵۳۶ء) کا عربی رسالہ (الرسالۃ القلمیہ) معروف ہے (حاجی خلیفہ چلپی 'کشف الظنون استنبول ۱۹۴۱ء ۱/ ۸۸۴)

۵۔ تفصیل کے لئے رجوع فرمائیں: بدرالدین زرکشی' البرہان فی علوم القرآن عیسی البابی الحلبی وشرکاء ۱۹۵۷ء ۲۵۲۔۲۵۱۔ محمد عبدالعظیم الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن' داراحیاء الکتب العربیہ، مصر ۱۳۷۲ھ ۱/ ۳۹۹۔۴۰۰ مظہر الدین احمد بلگرامی' عیون العرفان فی علوم القرآن، علی گڑھ ۱۹۸۰ء ۱۰۴۔۱۰۸

۶۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: غلام محمد ہفت قلمی، تذکرہ خوشنویساں، ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال، کلکتہ ۱۹۱۰ء ص ۱۸۔۲۶۔ احترام الدین احمد شاغل، صحیفہ' خوش نویساں، انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ ۱۹۶۳ء ص ۳۲۔۴۸۔ اعجاز راہی، تاریخ خطاطی، ادارہ ثقافت پاکستان، اسلام آباد ۱۹۸۶ء ص ۶۸۔۸۲ امیر حسن نورانی، فن خطاطی اور اس کا عہد بہ عہد ارتقاء، جامعہ، ۵۶/ جولائی ۱۹۶۷ء ص ۴۰۔۵۵ محمد سعود عالم قاسمی، خطاطی اسلامی تہذیب میں تحقیقات اسلامی ۵/ ۴ اکتوبر۔ دسمبر ۱۹۸۶ء ص ۱۰۰۔۱۰۹

M. Ziauddin Moslem Calligraphy Calcutta 1936,pp 45- 70 Calligraphers And Painters(English Tr.of Persian Treatise Gulistan-I-Hunar of Qazi Ahmad by V. Minorsky Washington- 1969,pp 25-26-

۷۔ ضیاء الدین برنی تاریخ فیروز شاہی کلکتہ ۱۸۶۲ء ص ۳۶۵،

۸۔ ملاحظہ فرمائیں: سعید احمد رفیق، اسلامی نظام تعلیم، کراچی ۱۹۵۶ء۔ نیز دیکھئے راقم کا مقالہ 'عہد اسلامی کے ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کے ذرائع، تحقیقات اسلامی' ۱۳/ ۱ جنوری۔ مارچ ۱۹۹۴ء ص ۵۷۔۵۸

ABDUL AZIZ THE IMPERIAL LIBRARY OF THE MUGHALS. DELHI 1974.pp291-94 NN LAW- PROMOTION OF LEARNING IN INDIA DURING MUMMADDIN RULE DELHI 1973 p.176

۹۔ سیرت فروز شاہی، نقل نمبر ۱۱۱، یونیورسٹی کلکشن (مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) ص ۱۴۷، شاہ معین الدین ندوی تیموری دور کی خطاطی اور مشہور خطاط معارف ۹۲/ ۲ اگست ۱۹۶۳ء ص ۸۵

۱۰۔ تذکرہ خوش نویساں ص ۵۸، ۵۹، ۹۱، ۹۵، صاحب زادہ شوکت علی خاں۔ اسلامی ہند میں فن خطاطی۔ امتیازات وخصوصیات عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجھستان، ٹونک ۱۹۸۰ء ص ۱۸

۱۱۔ شہاب الدین العمری، مسالک الابصار (عربی متن در: خورشید احمد فارق، تاریخ ہند پر نئی روشنی عربی کی ایک قلمی کتاب سے) ندوۃ المصنفین دہلی (بدون تاریخ ص ۱۴۸ اعجاز راہی، محولہ بالا: ص ۱۴۵۔ ۱۵۰ عبدالمجید سالک، مسلم ثقافت ہندوستان میں، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، بدون تاریخ ص ۳۹۸۔ ۴۰۱

۱۲۔ خطاطی کے سات مشہور طرز "محقق، توقیع، رقاع، ریحان، ثلث، نسخ و تعلیق" تھے۔ یہ بیشتر ایرانی الاصل تھے اور ان میں مہارت رکھنے والے کو ماہر "ہفت قلم" کہا جاتا تھا۔ ان میں سے اولین طرز کو ایک شاعر نے یکجا کر دیا ہے۔

ثلث و توقیع ہم محقق داں　　　　نسخ و ریحاں و ہم رقاع خواں

تذکرہ خوش نویساں محمولہ بالا میں، ص ۱۲۳، ۱۲۵ علی اکبر دہخدا، لغت نامہ، تہران ۱۹۶۷ء شمارہ نمبر ۱۲۹، ص ۲۳۸۔

۱۳۔ شوکت علی خاں، محولہ بالا، ص ۱۳، ۱۴ (۱۴) غلام علی آزاد بلگرامی، ماثر الکرام، مفید عام پریس آگرہ ۱۹۱۰ء ص ۲۸۰، رحمان علی خاں، تذکرہ علماء ہند نولکشور ۱۹۱۴ء ص ۱۴۴

۱۵۔ ابوالقاسم، ہندو شاہ فرشتہ، تاریخ فرشتہ، نولکشور ۱۸۶۴ء ا/ ۴۸ کہیں سے واضح نہیں ہو سکا ہے کہ فرشتہ نے "کتابخانہ حضرت رسالت پناہ محمدی" جو ذکر کیا ہے اس سے کیا مراد ہے۔ نیز ملاحظہ کریں عبدالحی الحسنی، نزہۃ الخواطر حیدرآباد ۱۹۶۲ء

۱۶۔ اعجاز راہی، ص ۱۴۵

۱۷۔ ضیاء الدین برنی، تاریخ فروز شاہی، علی گڑھ ۱۹۵۷ء ص ۳۱

۱۸۔ عصامی، فتوح السلاطین، مدارس ۱۹۴۸ء ص ۱۵۶

۱۹۔ تاریخ فرشتہ ۱/ ۴۷

۲۰۔ عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۹ء ۱/ ۸۹۔۹۰ نظام الدین احمد بخشی، طبقات اکبری، کلکتہ ۱۹۲۷ء ۱/ ۷۷ء میر خورد کرمانی، سیر الاولیا، لاھور ۱۹۷۸ء ص ۱۰۹ تاریخ فرشتہ ۱/ ۴۷

۲۱۔ سجان رای بھنڈاری، خلاصۃ التواریخ، دہلی ۱۹۱۸ء ص ۱۹۶، غلام حسین طباطبائی، سیر المتاخرین، نولکشور (بدون تاریخ) ۱/ ۱۰۹

۲۲۔ ابن بطوطہ، رحلہ بن بطوطہ المطبعة الازہریہ مصر ۱۹۲۸ء ۲/ ۱۲

۲۳۔ اعجاز راہی، تاریخ خطاطی ص ۱۴۶

۲۴۔ ضیاء الدین برنی، ص ۱۳۸ (علی گڑھ ایڈیشن)

۲۵۔ انجم رحمانی، بر صغیر میں مسلم خطاطی، المعارف، مارچ و اپریل ۱۹۸۶ء ص ۶۴

۲۶۔ غلام حسین طباطبائی، محولہ بالا ۱/ ۲۶۳

۲۷۔ مناظر احسن گیلانی: ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ندوۃ المصنفین، دہلی ۱۹۴۴ء ۱/ ۷۸

۲۸۔ قاضی احمد قمی، محولہ بالا، ص ۶۹۔۷۱

۲۹۔ بدایونی ۱۰/ ۳۴۳/ ۳۷۲، مناظر احسن گیلانی، ۱/ ۹۷، اعجاز راہی، ص ۱۴۸۔

۳۰۔ شوکت علی خاں، محولہ بالا ص ۱۸

۳۱۔ بدایونی/ ۳۴۳

۳۲۔ انجم رحمانی، محولہ بالا، ص ۶۷

۳۳۔ شوکت علی خاں، ص ۲۲، عبدالمجید سالک، ص ۴۰۱

۳۴۔ غلام حسین طباطبائی، ۱/ ۲۶۳۔

۳۵۔ منشی محمد کاظم، عالمگیر نامہ کلکتہ ۱۸۶۸ء ص ۸۹۳۔۸۹۴، ساقی مستعد خاں، ماثر عالمگیری کلکتہ ۱۸۷۱ء، ص ۵۳۲۔

۳۶ تذکرہ خوش نویساں ص ۵۹، اعجاز راہی، ص ۱۵۸،

صحیفہ خوش نویساں، ص ۱۲۳، عبدالمجید سالک، ص ۴۰۱۔

۳۷۔ عام طور پر خط جلی کو ثلث اور خفی کو نسخ کہا جاتا ہے۔ خط ثلث کو ثلث اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا ۱/۳ (ثلث) دَور ہوتا ہے۔ ابن مقلہ نے اس کی بنیاد نقطہ پر رکھی تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ثلث کو ثلث اس لئے کہا جاتا ہے کہ قدیم خط حیری اور کوفی کے بعد تیسرا خط ہے جو وجود میں آیا (سید عبداللہ "فن خطاطی" دائرہ معارف اسلامیہ) اردو اسلامی انسائیکلوپیڈیا ۱۵/ ۹۶۳ء صحیفہ خوش نویساں، ص ۳۲۔

۳۸۔ صحیفہ خوش نویساں، محولہ بالا ص ۱۶۱، اعجاز راہی، ص ۱۵۸

۳۹۔ ساقی مستعد خاں، محولہ بالا، ص ۲۷۰

۴۰۔ حوالہ مذکور، ص ۴۸۹

۴۱۔ منشی محمد کاظم، ص ۱۰۹۲، ۱۰۹۳

۴۲۔ ساقی مستعد خاں، ص ۵۳۲، بعض جدید اسکالر نے یہ ذکر کیا ہے کہ اورنگ زیب نے ایام شاہزادگی میں تیار کئے گئے نسخہ کو مدینہ منورہ بھیجا اور تخت نشینی کے بعد والے نسخہ کو مکہ مکرمہ ارسال کیا (انجم رحمانی، محولہ بالا مضمون، ص ۲۷)

جب زحمت نعمت ہو جائے

فرعون کی بیوی جناب آسیہ نے خدا کا ہمسایہ ہونا طلب کیا، اور اسکی قربت چاہی، سوال کیا، ﴿رب ابن لی عندك بيتا فی الجنة﴾ اے خداوندا اپنے نزدیک جنت میں میرے لئے ایک گھر بنادے۔ اسلئے کہ اپنے حبیب کی گلی میں گھر ہونا بھی ایک بڑی نعمت ہے۔ اس کے دشمنوں نے اس سے کہا: جی ہاں ایسا ہو تو اچھا تو بہت ہے لیکن اسکی قیمت بھی بھاری ادا کرنی پڑتی ہے۔ ہر چیز کو اگر مال و دولت کے بدلے میں خرید نا پڑتا ہے تو اس کو جان و دل دیکر خریدا جاتا ہے۔ آسیہ نے کہا ڈر نہیں ایک جان کی کیا بات ہزار جانیں بھی فدا کرنی پڑ جائیں تو کوئی بات نہیں۔ پس آسیہ کو مصلوب کر دیا گیا۔ حتی اس کی آنکھوں میں بھی لوہے کی میخیں گھونپ دی گئیں اتنی تکلیف کے باوجود وہ مسکرا رہی تھیں اور لطف اندوز ہو رہی تھیں۔